Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

The Aesthetics of Silence in *Naqshe Faryadi*

نقشِ فریادی میں خاموشی کی جمالیات

Dr. Kamran Abbas Kazmi[1], Sayyid Abdul Basit[2]
[1]Assistant Professor, Department of Urdu, [2]MS. Scholar, Study of Religions, International Islamic University, Islamabad
Correspondence Email: kamran.abbas@iiu.edu.pk

pISSN: 3007-2077
eISSN: 3007-2085

HEC approved in
Y category.

Received: 01-02-2025
Accepted: 28-02-2025
Online: 03-03-2025

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license.

Copyright: © 2025 by the author(s).

Abstract

Faiz Ahmad Faiz was a well-known Urdu poet, this research article is based on one of his major works *"Naqshe Faryadi"*, the collection of his earlier poetry. The poetics of silence in Faiz works are indeed based on the countless intermediaries between the reality and the imageries that the poet is creating through the symbolic use of silence.

Of course, it is his silence through which the poet makes us aware that the virtue of the aesthetic experience is so deeply rooted in the human unconscious that it can be recaptured through mere mention rather than through detailed descriptions and for this subtle hint he uses his poetic silence as a tool. In the structural foundations of Faiz' poetry there is a metaphysical relation between the silence and other aesthetic experiences of human intellect. Sometimes Faiz presents his silence as a metaphor for waiting and wishes and declares that the rhymes of true love should be sung silently i.e. silence should be the only witness to the poet's eternal love.

Faiz sometimes presents silence as his literary quest and decides not to talk about his previous unrequited love and intentionally opts thematic silence, he sometimes symbolizes death as silence and sometimes he opts silence as a means of resistance against oppression, i.e. correlating his silence with the socio-political situations of the region. This research article will shed light on all these aspects of silence which is in turn the manifestation of the aesthetics of silence in *'Naqshe Faryadi'*.

Keywords:
Faiz Ahmad Faiz, Aesthetics of silence, *Naqsh Faryadi,* Progressive, Poetry

خاموشی کی اہمیت اتنی ہی ہے، جتنا بولنے اور لفظ ادا کرنے کی؛ کیونکہ خاموشی بھی جذبات اور احساسات کی ترجمانی اور اظہار کی ایک منفرد شکل ہے۔ محققین، مختلف شعبہ ہائے علم کے تناظر میں خاموشی کی اہمیت اور اس کی معنویت کی مختلف جہات پر تحقیق کرتے رہے ہیں۔خاموشی خود اختیاری بھی ہو سکتی ہے اور بیرونی رکاوٹوں کا نتیجہ بھی، یہ قابلِ اظہار بھی ہو سکتی ہے یا پھر ناقابلِ مطالعہ بھی؛ خاموشی ایک طرف کسی کی بات کو توجہ سے سننے کی علامت ہو سکتی ہے تو دوسری طرف یہ بات چیت سے دستبر داری کی نشاندہی بھی ہو سکتی ہے۔خاموشی عارضی بھی ہو سکتی ہے اور پھر مستقل بھی۔اسی طرح نو آبادیاتی اور مابعد نو آبادیاتی سیاق کے تناظر میں خاموشی کو طاقت کے نہ ہونے اور مزاحمت کے استعارے کے طور پر بھی لیا اور برتا جاتا ہے۔خاموشی مذہبی شعائر اور رسومات میں سے ایک شعار اور رسم کے طور پر بھی اپنائی جا سکتی ہے۔اسی طرح یہ صوفیانہ عنصر کے طور پر منازلِ سلوک میں سے ایک منزل بھی ہو سکتی ہے۔خاموشی مثبت نقطہ نظر سے روحانی اطمینان یا پھر منفی نقطہ نظر سے روحانی بحران کی علامت بھی ہو سکتی ہے۔

خاموشی کی مختلف انواع کسی ادب پارے کی جمالیاتی قدروں کی تعین میں کلیدی کردار ادا کر سکتی ہیں۔چونکہ ادب کی براہِ راست تمام شعبہ ہائے زندگی کے ساتھ ایک گہری وابستگی ہے،اس لیے ان تمام تر خاموشیوں کا کسی ادب پارے کے ضمن میں بھی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔خاموشی کے متعلق ایک سوئزر مقولہ ہے کہ "بولنا اور اظہار کرنا چاندی کا ہے اور خاموش رہنا سونے کا۔"(۱) عام طور پر خاموشی سے مراد کسی آواز کا نہ ہونا لیا جاتا ہے لیکن خاموشی کا مفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے حتیٰ کہ مکالمے اور تحریر کے دوران بعض مخصوص موضوعات یا کسی موضوع کے مخصوص پہلوؤں کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا اور اس کے متعلق کچھ نہ کہنا یا کچھ کہنے سے کترانا بھی خاموشی کے زمرے میں آتا ہے۔اس قسم کی خاموشی کو موضوعاتی خاموشی (Thematic silence) کہتے ہیں۔

اس کے متعلق ڈینس کورزون [Dennis Kurzon] لکھتے ہیں:

> جان بوجھ کر گفتگو کے دوران کسی موضوع کو نظر انداز کرنا یعنی فرد کا اسی موضوع پر لب کشائی کے بجائے خاموشی کا انتخاب کرنا گویا موضوعاتی خاموشی ہے۔(۲)

کورزون اسے موضوعاتی خاموشی کہتے ہیں کیونکہ یہ کسی خاص موضوع کے متعلق ہوتی ہے اور مکالمہ کرنے والا اپنے مکالمے کے دوران کسی خاص موضوع پر خاص وجوہات کی وجہ سے بات کرنے کے بجائے خاموشی کا انتخاب کرتا ہے۔موضوعاتی خاموشی پر مزید بحث کرتے ہوئے کورزون آگے لکھتے ہیں:

> اگر ہم موضوعاتی خاموشی کے دیگر خدوخال اور خصوصیات کو مدنظر رکھیں تو ہم اسے قصدی خاموشی بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ بولنے والا ہی ہوتا ہے جو کسی مخصوص موضوع پر بات نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔(۳)

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

مذکورہ دو تعبیروں (موضوعاتی خاموشی اور قصدی خاموشی) کے علاوہ قدرے وسیع تر معنوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اسے موضوعاتی اور قصدی خاموشی کے ساتھ ساتھ اختیاری خاموشی بھی کہا جاسکتا ہے۔ اختیاری اس لئے کہ یہ خاموشی فرد کے اپنے اختیار میں ہوتی ہے اور فرد ہی دانستہ طور پر اپنے ارادے اور قصد سے کسی مخصوص موضوع پر بات نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے۔(۴)

فیض کی نظم "آج کی رات" میں بھی موضوعاتی، قصدی اور اختیاری خاموشی کے آثار ملتے ہیں کیونکہ فیض سازِ غم نہ چھیڑنے، فسانہ ہائے الم نہ دہرانے اور عہد غم کی حکایتیں نہ پوچھنے کا کہہ رہے ہیں۔ اشعار ملاحظہ ہوں:

آج کی رات سازِ درد نہ چھیڑ
اب نہ دہرا فسانہ ہائے الم
عہدِ غم کی حکایتیں مت پوچھ
ہو چکیں سب شکایتیں مت پوچھ
آج کی رات سازِ درد نہ چھیڑ(۵)

ان مصرعوں میں خاموشی کی معنویت کا ایک پہلو اور بھی ہے جسے 'کسی چیز کی جستجو' یعنی Quest(۶) کہتے ہیں۔ Quest ایک ادبی اصطلاح (literary device) ہے، جس سے مراد کسی فن پارے میں مخصوص حالات کے تناظر میں مخصوص چیز کی جستجو کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔(۶) یہاں پر ہم اس کو 'خاموشی کے لئے فیض کی جستجو' یعنی (Faiz' quest for silence) کا عنوان دے سکتے ہیں۔

چونکہ یہ اشعار نقش فریادی کے پہلے حصے کے ہیں اور نقش فریادی کا پہلا حصہ فیض کے خالص رومانوی دور کی شاعری پر مشتمل ہے اس لئے خاموشی اختیار کرنے کے حوالے سے شاعر کی جستجو پر بھی گہرے جمالیاتی اور رومانوی جذبات اور ان کے تلخ احساسات کی چھاپ بہت نمایاں ہے۔(۷)

اگرچہ خاموشی کی جستجو کا رجحان نقشِ فریادی کے دوسرے حصے میں بھی موجود ہے لیکن نقش فریادی کا دوسرا حصہ چونکہ فیض کے دوسرے دور کی شاعری پر مشتمل ہے جب ان کے شعور میں پختگی آگئی تھی اور انہوں نے اپنی شاعری کے حقیقی مقصد کا سراغ پالیا تھا اور شعور کو جذبات پر فوقیت دینے لگے تھے۔ اس لئے ان کے دوسرے دور کی شاعری میں رومان اور انقلاب کا امتزاج نظر آتا ہے اور یہی رجحان ان کے ہاں موجود "خاموشی کی جستجو" میں بھی نمایاں ہے اور اسی رُجحان سے دونوں حصوں کی خاموشیوں کے درمیان حد فاصل بھی کھینچی جاسکتی ہے کیونکہ شاعر خالص رومانوی جذبات کے اظہار کے ساتھ ساتھ اب انہیں عالم گیر ظلم اور ناانصافی کی وجہ سے تجربے کی نئی تراکیب اور اظہار کے نئے فارمولے تلاش کرنے پڑے تھے اور یوں انہوں نے اظہار کے نئے فارمولوں کے طور پر دیگر بہت سارے

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

علائم اور استعارات کے ساتھ ساتھ خاموشی کو بھی ایک بلیغ پیرائیہ اظہار کے طور پر پیش کیا ہے۔ اب ان کی خاموشی خالص رومانوی جذبات کی عکاس نہیں رہی بلکہ اس میں اور بھی بہت سے غم و درد شامل ہونے لگے، اس لیے اب شاعر اپنی داستان عشق پر خاموشی اختیار کرنے کی جستجو کرتے ہوئے ختم عاشقی کے فسانے سنانا چاہتے ہیں:

آؤ کہ آج ختم ہوئی داستانِ عشق
اب ختمِ عاشقی کے فسانے سنائیں ہم

(نقشِ فریادی، ص۹۱)

ان اشعار میں بھی مخصوص حالت میں، مخصوص موضوع کے متعلق خاموشی کی جستجو ہے لیکن اس جستجو میں رومان اور انقلاب کا امتزاج بھی نمایاں ہے۔ کیونکہ داستان عشق کے ختم ہونے، ختم عاشقی کے فسانے سنانے اور اپنے داستان عشق پر خاموشی اختیار کرنے کے پس منظر میں جو محرک ہے وہ فیض کا اپنی زندگی کے حقیقی مقصد کا سراغ پالینا ہے۔ جسے فیض نے کمیونسٹ ترقی پسندوں کے ذریعے پالیا تھا اور جس کے بعد وہ جان گئے تھے کہ زمانے میں محبت کے علاوہ اور بھی بہت سارے دکھ ہیں اور وصل کی راحت کے سوا اور بھی بہت ساری راحتیں ہیں۔

خاموشی اختیار کرنے کی جستجو کا خاموشی کی منظر تراشی کے ساتھ بھی ایک گہرا جدلیاتی تعلق ہے۔ کیونکہ اول الذکر کیفیت میں انسان کسی خاص موضوع کے متعلق کچھ کہنے سے کتراتا ہے اور اسی لیے اپنے احساسات کو منظر عام پر لانے کی بجائے خاموشی اختیار کرنے میں عافیت سمجھتا ہے۔ بقول وٹگن سٹائن: ہم جس کے بارے میں کہہ نہ سکیں اسے خاموشی میں ہی بسر ہونے دینا چاہیے۔(۸) جب کہ آخر الذکر کیفیت میں ادیب یا شاعر خاموشی کی تصویر کشی اور پیشکش کے ذریعے اپنے دل کے احساسات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر انہیں منظر عام پر لانے کی کوشش کرتا ہے جس سے خاموشی، خاموشی رہتے ہوئے بھی قابل سماعت بن جاتی ہے۔ فیض بھی بعض اوقات خاموشی کو ایک بلیغ پیرایہ اظہار کے طور پر پیش کرتے ہوئے اپنے جذبات کو خاموشی کے قالب میں ڈھال کر اپنے مخصوص اور منفرد لسانی شعور کے ذریعے خاموشی کی پیکر تراشیوں سے اپنے داخلی تجربات اور تلخ و شیریں، دونوں قسم کے رومانوی احساسات کو منظر عام پر لاتے ہیں۔ خاموشی کی اس خاص پیشکش کے ذریعے شاعر قاری کو الفاظ کی محض پڑھت کے بجائے اُسے محسوس کرنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ الفاظ خاموشی کے قالب میں ڈھل کر ایک خوب صورت اظہار بن جاتے ہیں۔ فیض کہتے ہیں:

سوزشِ دردِ دل کسے معلوم
کون جانے کسی کے عشق کا راز

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

میری خاموشیوں میں لرزاں ہے
میرے نالوں کی گم شدہ آواز

(نقش فریادی، ص ۱۳)

ان اشعار میں شاعر خاموشی کو اس کے متضاد مفہوم (آواز) کے ساتھ منسلک کر کے محال صورت حال کی منظر کشی کرتے ہیں اور خاموشی کے ذریعے اپنے دل کے احساسات کا اظہار کرتے ہوئے خاموشی کو قابلِ سماعت (Audible) بنا دیتے ہیں، قابل سماعت اس ضمن میں کہ خاموشی منظرِ عام پر آنے کی وجہ سے مزید خاموشی رہتی ہی نہیں ہے۔(۹)

خاموشی کی معنویت اور اس سے وابستہ لاتعداد استعاراتی اور ایمائی رشتوں سے جنم لینے والے نئے معنیاتی نظام میں اگر چہ فیض صاحب نے کلاسیکی تراکیب استعمال کی ہیں لیکن یہ ان کا کمال ہے کہ انہوں نے نئے الفاظ کے اضافے کے بغیر ان گنت اظہاری پیرائے وضع کیے۔بقول گوپی چند نارنگ:

(انہوں نے) سیکڑوں ہزاروں لفظوں، ترکیبوں اور اظہاری سانچوں کو ان کے صدیوں پرانے مفاہیم سے ہٹا کر بالکل نئے معنیاتی نظام کے لیے برتا اور یہ اظہاری پیرائے اور ان سے پیدا ہونے والا معنیاتی نظام بڑی حد تک فیض کا اپنا ہے۔(۱۰)

فیض کے نئے معنیاتی نظام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے منفرد استعاراتی نظام کے ذریعے نئی معنیاتی فضائیں جنم دی اور ان جمالیاتی فضاؤں میں بعض مختلف کیفیات کو کچھ اس طرح ایک دوسرے کے ساتھ پیوست اور متصل کر دیا کہ وہ ایک دوسرے کے جزو لاینفک محسوس ہونے لگے۔

خاموشی کے تناظر میں اس کی بہترین مثال یہ ہے کہ فیض خاموشی کو موت کے لیے ایک استعارے کے طور پر استعمال کر کے خاموشی اور موت کو باہم منسلک کر دیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خاموشی کو موت کے استعارے کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے خصوصاً جب موت کو ایک مثبت زاویے سے پیش کرنا مقصود ہو اس ضمن میں Janice Sanders Moreno کہتے ہیں:

موت خود بھی بعض اوقات خاموشی کا ایک جزو ہوتی ہے لیکن صرف اس وقت جب یہ مثبت ہو اور فرد کی اپنی خوشی اور منشا کے مطابق ہو۔(۱۱)

فیض خاموشی اور موت کے باہم انسلاک میں اس قدر کامیاب رہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ موت سے بیگانگی اور کراہت کو علیحدہ کر دیا بلکہ موت کے تصور کو پر سکون سا بھی بنا دیا۔

اپنی نظم ''آخری خط'' کے بالکل آخر میں فیض خاموشی کو موت کے لیے ایک استعارے کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ شاعر

اپنی ہی زندگی اور ہستی کے مختلف احوال مثلاً: ناکام عشق کی کیفیات، زندگی کے تلخ تجربات اور نامساعد رومانوی جذبات کے نشیب و فراز بیان کرنے کے بعد اپنی موت اور قبر کے متعلق پر کیف امیجری تشکیل دیتے ہوئے اپنی محبوبہ کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب مجھ سے میری آہیں، میرے آنسو اور میری جوانی چھن جائے گی اور میں مر جاؤں گا۔ پھر ممکن ہے تم میری الفت کو یاد کرو گی اور میری قبر پر آنسو بہانے اور پھول چڑھانے کے لیے آؤ گی، پھر محبت کے انجام کار پر تم ہنسو یا فریاد کرو لیکن محبت اور الفت کا تھکا ہوا عاشق خاموش پڑا ابدی نیند سویا رہے گا۔ نظم کے آخری اشعار ملاحظہ ہو:

القصّہ مآلِ غمِ الفت پہ ہنسو تم
یا اشک بہاتی رہو، فریاد کرو تم
ماضی پہ ندامت ہو تمہیں یا کہ مسرت
خاموش پڑا سوئے گا وا ماندۂ الفت

(نقش فریادی، ص ۲۵)

شاعر نے نظم کی مجموعی امیجری کی تکمیل کرتے ہوئے پوری امیجری کے لب لباب کو نظم کے ان آخری دو اشعار میں موت کو خاموشی قرار دے کر بیان کر دیا جس سے قاری کو فیض کے منفرد معنیاتی نظام کے ضمن میں خاموشی کی مخصوص معنویت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اپنی نظم 'حسن اور موت' میں حسن کی موت کا نقشہ کھینچتے ہوئے فیض کہتے ہیں کہ حسن رات کی گہری خاموشی میں فرشتوں کی مرثیہ خوانی میں محو خواب ہے اور صبح کی تازہ ہوا اس کے گور پر چڑھانے کے لئے جنت کے تازہ پھول لاتی ہے فیض کہتے ہیں:

کنار رحمت حق میں اسے سلاتی ہے
سکوت شب میں فرشتوں کی مرثیہ خوانی
طواف کرنے کو صبح بہار آتی ہے
صبا چڑھانے کو جنت کے پھول لاتی ہے

(نقش فریادی، ص ۴۶)

فیض نے اس نظم میں رات کی خاموشی کو گور اور قبر کے لئے استعارے کے طور پر استعمال کیا ہے کہ رات کے اس پہر کی ہیبت ناک خاموشی میں فرشتوں کی مرثیہ خوانی اجل کے نظر انداز شدہ پھول کو کنار رحمت حق میں سلاتی ہے۔ فیض اپنی ایک اور نظم "ایک

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

منظر" میں زندگی کے اختتام کے وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے موت کے احساسات اور خاموشی کے درمیان کچھ اس طرح کا شاعرانہ تعلق قائم کرتے ہیں کہ بام و در پر ایک ہیبت ناک خاموشی طاری ہے، رات کا وقت ہے اور چاند کی روشنی اس ہیبت ناک خاموشی میں مزید اضافہ کرتی ہے اور اس کیفیت میں ربابِ ہستی کی ست لے ہلکے ہلکے سروں میں نوحہ کناں ہے۔ یعنی رباب ہستی کے سُر ماند پڑ گئے ہیں اور ہستی اپنے اختتام پر پہنچنے والی ہے:

بام و در خامشی کے بوجھ سے چور
آسمانوں سے جوئے درد رواں
چاند کا دکھ بھرا فسانۂ نور
شاہراہوں کی خاک میں غلطاں
خواب گاہوں میں نیم تاریکی
مضمحل لے رباب ہستی کی
ہلکے ہلکے سروں میں نوحہ کناں

(نقشِ فریادی، ص ۶۲)

فیض نے اس نظم میں بھی خاموشی اور موت کو باہم منسلک کر کے پیش کیا ہے اور اس انسلاک میں وہ اس قدر کامیاب رہے کہ انہوں نے نہ صرف یہ کہ موت سے بیگانگی اور کراہت کو علیحدہ کر دیا بلکہ موت کے تصور کو پر سکون سا بھی بنا دیا۔ خاموشی اور موت کے باہم انسلاک کے ساتھ ساتھ اس نظم میں خاموشی کی معنویت کا ایک اور پہلو بھی موجود ہے وہ یہ کہ اگر رباب کی لے کی مسلسل گردش کو وقت کے لئے استعارے کے تناظر میں دیکھا جائے تو پھر اس نظم میں وقت اور خاموشی کا باہم انسلاک بھی نظر آتا ہے۔

وقت اور خاموشی ایک دوسرے کے ساتھ بالکل جڑے ہوئے ہیں۔ رباب ہستی کی مضمحل لے کا ہلکے ہلکے سروں میں نوحہ کناں ہونا وقت کی مسلسل گردش اور اس کی بے ثباتی کی طرف اشارہ ہے۔ وقت کی اس مسلسل گردش میں اگرچہ از خود بھی خاموشی کا عنصر موجود ہے کیونکہ وقت نہ صرف یہ کہ خاموش تسلسل کے ساتھ چلتا رہتا ہے بلکہ خاموشی کے ساتھ بدلتے ہوئے دنوں کے ذریعے مہینوں اور سالوں میں بدل جاتا ہے۔ وقت کے کسی مخصوص دورانیئے کے معمولات اور مشمولات پر شور ہوتے ہیں لیکن اس کی رفتار خاموش ہوتی ہے۔ خاموشی کے ساتھ وقت کے تسلسل کے متعلق فیض ایک اور جگہ کہتے ہیں:

عمر بے سود کٹ رہی ہے فیض
کاش افشائے راز ہو جائے
(نقش فریادی، ص۲۸)

اس شعر میں خاموشی کی معنویت؛ وقت اور خاموشی کے باہم انسلاک کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ زندگی کا بے سود کٹنا اور ایک تسلسل کے ساتھ ایک کے بعد ایک دن گزرنا اور سالوں میں چلے جانا گویا وقت کا خاموشی کے ساتھ گزرنا ہے، دوسرا پہلو یہ کہ خاموشی کے سخت گرفت نے فیض کو مضبوطی سے پکڑا ہے اور وہ رازوں کو افشا نہیں کر سکتے اسی وجہ سے ان کو اپنی زندگی کے کٹھن لمحات بے سود کٹتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔ جب خاموشی انسان کی زندگی کا دائمی حصہ بن جاتی ہے اور وہ اپنے رازوں کے اظہار سے مکمل طور پر قاصر رہ جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے اندر احساسات کی کشمکش، جذبات کی جنگ اور خیالات کا تذبذب اسے یہ احساس دلانے لگتا ہے کہ اس کی زندگی بے سود کٹ رہی ہے اور پھر وہ چاہتے ہوئے بھی اپنے احساسات کو ظاہر نہیں کر سکتا، اور یوں وہ ایک لامتناہی خاموشی کے دائرے میں محصور اور قید رہتا ہے۔ اس صورتحال کو ہیبت ناک خاموشی کے ذریعے بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔

اس قسم کی ہیبت ناک خاموشی کے متعلق معروف ہسپانوی محققہ لوزماریا[Luz María] کہتی ہیں: خاموشی (بعض اوقات) ایک مضطرب احساس کا پیش خیمہ ہوتی ہے اور یوں (اس سے نبرد آزما) لوگ اسے ختم کرنا چاہتے ہیں۔(۱۲)

خاموشی سے گزرتی ہوئی زندگی میں جب انسان کا اپنا وجود بھی ابدی خاموشی اور سکوت کو قبول کر لیتا ہے تو یہ خاموشی ایک غیر آرام دہ صورتحال کے احساس کو جنم دیتی ہے اور فرد اس کھٹن صورتحال سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہوئے بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ یہ مضطرب صورتحال ایک قسم کے روحانی بحران کو بھی جنم دیتی ہے اور اس تناظر میں اس خاموشی کو روحانی بحران کی خاموشی کہا جاسکتا ہے۔

ویسے حقیقت بھی یہی ہے کہ خاموشی روحانی اطمینان یا پھر روحانی اضطراب کا استعارہ بن سکتی ہے۔ اُنّو زجلسٹرا[Onno Zijlstra] کہتے ہیں: "خاموشی کو مذہبی یا صوفیانہ عنصر کے طور پر بھی لیا جا سکتا ہے۔ مذہبی خاموشی ایزدی بھی ہو سکتی یا پھر آسیبی بھی"۔(۱۳) ایزدی خاموشی کو روحانی اطمینان کے لئے جبکہ آسیبی خاموشی روحانی بحران کے لئے استعارے کے طور پر لیا جاسکتا ہے۔ روحانی اطمینان کے تناظر میں دیکھا جائے تو ایزدی یا ربّانی خاموشی اہلِ معرفت کا شیوا ہے۔ کیونکہ یہ صحیح علم اور راہِ نجات کے شعور کا ذریعہ ہوتی ہے۔ خاموشی منازل سلوک میں سے ایک منزل ہے۔ تصوّف اور سلوک کا بنیادی مقصد تزکیہ نفس ہوتا ہے اور خاموشی بھی اس ضمن میں انتہائی معاون اور ممد ثابت ہو سکتی ہے کیونکہ جب فرد خاموشی کا ہم راز بن جاتا ہے تو اس کا باطن اس کے روبرو ہونے لگتا ہے اور اس پر اپنی کئی ساری روحانی کوتاہیاں عیاں ہونے لگتی ہیں؛ فیض بھی راتوں کی خاموشی کا کچھ اس طرح ہم راز بننا چاہتے ہیں۔

راتوں کی خاموشی میں
چھپ کر کبھی رو لینا
مجبور جوانی کے
ملبوس کو دھو لینا(۱۴)

خاموشی انتظار اور چاہت کا استعارہ بھی ہو سکتی ہے اس ضمن میں جان ایڈگر وائڈمین[John Edgar Wideman] کہتے ہیں:

Silence the ground upon which wishes are inscribed while the endless waiting continues. [۱۵]

خاموشی اس کتبے کی مانند ہے جس پر غیر متناہی انتظار کے لگاتار تسلسل کے دوران خواہشیں اور چاہتیں کندہ ہوتی ہیں۔ فیض بھی اپنی نظم "تہ نجوم" میں مضطرب حسن کی بیقراریٔ دل کا نقشہ کھینچتے ہوئے خاموشی کو انتظار اور چاہت کے استعارے (Silence as a metaphor of waiting and longing) کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ شعر ملاحظہ ہو:

اداس آنکھوں میں خاموش التجائیں ہیں
دلِ حزیں میں کئی جاں بلب دعائیں ہیں
(نقشِ فریادی، ص ۴۴)

نظم کی ابتدا سے اس شعر تک شاعر حسن کی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اس کے اضطراب کا نقشہ بھی کھینچتے ہیں اور اس شعر میں کہتے ہیں کہ حسن اگرچہ زبان سے کچھ بھی نہیں کہتا لیکن اس کے مضطرب دل میں کئی جاں بہ لب دعائیں ہیں کیونکہ وہ مصروف انتظار ہے۔ اس شعر سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ حسن کا یہ اضطراب کس وجہ سے ہے نظم کے آخری اشعار سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حسن شدت سے مصروف انتظار ہے:

ع کسی کا حسن ہے مصروف انتظار ابھی

اس مصرعے سے یہ قرینہ ملتا ہے کہ حسن کا مضطرب دل اور مضطرب دل میں جاں بہ لب دعائیں اور اس کی اداس آنکھیں اور اداس آنکھوں میں خاموش التجائیں دراصل انتظار اور چاہت کے جذبات سے بھرے ہوئے ہیں گویا ان کی خاموشی ان کے انتظار اور چاہت کے قرین قیاس ہے۔ انتظار اور چاہت کے ساتھ ساتھ انہوں نے خاموشی کو محبوب سے جدائی کے وقت کی جذباتی کیفیت کے لئے بھی استعارے کے طور پر برتا ہے۔ اپنی نظم "تین منظر" میں فیض، اپنے محبوب کے تصور، اس سے ملاقات اور پھر اس کے رخصت ہونے کا

نقشہ کھینچتے ہیں تو رخصتی کے وقت کی منظر کشی کرتے ہوئے محبوب کے فسردہ رخ اور اس کے لبوں کی نیاز آمیز خاموشی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فسردہ رخ لبوں پر اک نیاز آمیز خاموشی
تبسم مضمحل تھا مرمریں ہاتھوں میں لرزش تھی
وہ کیسی بے کسی تھی تیری پر تمکیں نگاہوں میں
وہ کیا دکھ تھا تری سہمی ہوئی خاموش آہوں میں
(نقشِ فریادی، ص ۴۷)

لبوں پر یہ نیاز آمیز خاموشی اور سہمی ہوئی خاموش آہوں کی بنیادی وجہ محبوب سے جدائی ہی ہے اس لیے اس خاموشی کو محبوب سے جدائی کی جذباتی خاموشی [The emotional silence of separation from the beloved] قرار دیا جا سکتا ہے۔

فیض اپنی شاعری میں گہری محبت کے خاموش جذبات کا خاموشی سے اظہار کرتے ہیں جب عاشق اپنی محبت کے جذبات کا اظہار نہیں کرتا یعنی محبت کے جذبات صرف اس کے دل تک محدود ہوتے ہیں تو یہ محبت زیادہ گہری ہوتی ہے کیونکہ اس کی واحد گواہی محبت کرنے والے کی خاموشی ہوتی ہے محبت کے جذبات کو چھپانا محبت کو ابدی بناتا ہے۔ اس ضمن میں جان ایڈ گر وائڈمین [John Edgar Wideman] کہتے ہیں:

A silent love is more profound because it has as its only witness that which is eternal and pure; and the silence which witnesses this love exerts its power and makes love eternal. An unrequited love, if it is to be brave, must also be sung silently or secretly.(۱۲)

اگرچہ فیض کی پوری شاعری عشق و محبت کے والہانہ جذبات سے معمور ہے خصوصاً رومانوی دور کی شاعری تو پوری کی پوری جذبات محبت سے بھری پڑی ہے اس دور میں بعض اوقات وہ اپنے جذبات محبت کو اپنے دل تک محدود رکھتے ہیں اور ان کا برملا اظہار نہیں کرتے۔ عشق سے بے تابی کے باوجود فیض نے عشق کا اظہار بالکل دھیمے لہجے میں کیا ہے۔ فیض کی نظم "انجام" میں بھی یہی تاثر موجود ہے:

ہیں لبریز آہوں سے ٹھنڈی ہوائیں
اداسی میں ڈوبی ہوئی ہیں گھٹائیں
محبت کی دنیا پہ شام آ چکی ہے
سیہ پوش ہیں زندگی کی فضائیں

مچلتی ہیں سینے میں لاکھ آرزوئیں
تڑپتی ہیں آنکھوں میں لاکھ التجائیں
تغافل کی آغوش میں سو رہے ہیں
تمہارے ستم اور میری وفائیں
مگر پھر بھی اے میرے معصوم قاتل
تمہیں پیار کرتی ہیں میری دعائیں
(نقشِ فریادی، ص۱۷)

نظم کا مجموعی تاثر یہ ہے کہ شاعر عشق سے بے تابی کے عالم میں پورے منظر کو بے قرار دکھا رہے ہیں اور اپنی محبت کے گیت کو سینے میں ایک آرزو کے طور پر رکھ کر اپنی محبت کے گیت کو بڑی خاموشی سے گاتے ہیں کہ سینے میں لاکھ آرزوئیں اور آنکھوں میں لاکھ التجائیں تڑپتی ہیں۔ بالکل یہی صورتحال نظم ''سرودِ شبانہ دوم'' میں بھی ہے:

ساز دل کے خموش تاروں سے
چھن رہا ہے خمار کیف آگیں
آرزو خواب تیرا روئے حسیں
(نقشِ فریادی، ص۳۶)

فیض اپنی محبت کے جذبات کو خاموشی سے گاتے ہیں کیونکہ اپنے محبوب کے روئے حسین کا محض خواب دیکھ رہے ہیں اور خواب کا تعلق بھی صرف شاعر کی ذات تک محدود ہوتا ہے اور کسی اور کے خبردار ہونے کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اسی نظم (سرودِ شبانہ) میں خاموشی کی معنویت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ شاعر نے خاموشی کی پیکر تراشی کرتے ہوئے اسے جسمانی خدوحال اور حرکات سے بھی متصف قرار دیا ہے:

ع آبشار سکوت جاری ہے

سکوت کو آبشار کہہ کر نہ صرف مجسّم کر دیا بلکہ متحرّک بھی دکھایا ہے۔ گویا سکوت کوئی غیر مجسّم شے (Entity) نہیں رہا۔ کا اور جب کسی احساس یا جذبے کو شاعری میں مجسم کر کے دکھایا جائے یعنی اسے جسمانی خدوخال یا حرکات سے متصف کیا جائے تو اس صورتحال کو تمثال کاری (personification) کہتے ہیں۔ ویسے تو فیض کی شاعری تجسیم کاری اور تمثال کاری کی مثالوں سے بھری پڑی ہے جہاں

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

تک خاموشی کی تمثال کاری کا تعلق ہے تو (فیض کی شاعری میں) اس کی اور بھی مثالیں ملتی ہیں۔(۱۷)

مابعد الطبیعاتی تناظر کے ساتھ ساتھ سماجی نقطہ نظر سے بھی نقش فریادی میں خاموشی کی اہمیت اور معنویت کا اپنا تنوّع ہے کیونکہ سماج میں ثقافتی طور پر قابل قبول اقدار کے تناظر میں جتنا اس بات کا فن سیکھنا ضروری ہے کہ کب بولنا چاہیے اتنا ہی مخصوص حالات میں خاموشی اختیار کرنا بھی بنیادی اور ضروری چیز ہے۔ سماج کے مختلف رویوں کے تناظر میں بولنے اور زبان کھولنے یا پھر خاموش رہنے سے خود اختیاری خاموشی، مزاحمتی خاموشی اور جبری خاموشی جیسی اہم اصطلاحیں وجود میں آتی ہیں کیونکہ ادبا اور شعرا اپنے فن پاروں میں مختلف حالات کے تناظر میں مختلف رویے اپناتے ہیں مثال کے طور پر سماجی جبر اور ناانصافی کے نتیجے میں خاموشی کو مزاحمت اور رد عمل کے استعارے کے طور پر پیش کرنا وغیرہ۔

Our silence may be a product of oppression, or it may be a means of resistance against oppression.(۱۸)

ہماری خاموشی ظالمانہ استبداد کا نتیجہ بھی سکتی ہے اسی طرح یہ ظالمانہ استبداد کے خلاف مزاحمت کا ایک ذریعہ بھی ہو سکتی ہے۔

فیض بھی بعض اوقات سماج کے مختلف مسائل، سماجی جبر اور مظلوم طبقے کے استحصال کے رد عمل میں باقی دنیا کی طرح متذبذب مزاحمتی خاموشی اختیار کرتے ہیں۔ تو بعض اوقات آواز اٹھانا چاہتے ہیں لیکن ان کے اردگرد خاموشی کا ایک کلچر ہے جس میں انہیں جبراً خاموش رہنا پڑتا ہے۔ اسی طرح بعض اوقات فیض گہرے شعور کے ساتھ خاموشی کو مصیبت زدہ انسانوں کے کرب کے اظہار کا ذریعہ بنا کر اسے مزاحمت اور رد عمل کے استعارے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

فیض کی شاعری میں سماجی جبر اور ناانصافی کے رد عمل میں مزاحمتی خاموشی، جبری خاموشی اور اس طرح کی دیگر خاموشیوں کو ایک اور تحقیقی مقالے میں بھی باقاعدہ ایک نظریے کے تحت لا کر ان کی معنویت واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔[۱۹]

حوالہ جات و حواشی

۱۔ اصل مقولہ:

"Sprechen ist silbern, Schweigen ist golden"

Thomas Carlyle[Sartor Resartus: *The life and opinions* of Herr Teufelsdröckh

،(امریکہ: پینسلوینیا سٹیٹ یونیورسٹی، الیکٹرانک کلاسکس سیریز پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۵۵۔

Link: http://ocw.knu.edu.tw/sysdata/doc/3/31b18b6ee2ca9faa/pdf.pdf

۲۔ اصل انگریزی اقتباس:

"Deliberately to ignore a topic – s/he chooses silence instead of talking about that topic. Hence, the silence is thematic."
Dennis Kurzon ، *Towards a typology of silence* incl. Journal of Pragmatics Vol 39, No 10 , 2007, P 1677
Link: https://www.sciencedirect.com/science/article/pii/S037821660700121X

۳۔ اصل انگریزی اقتباس:

"If we apply the other features to this type of silence, we may talk of thematic silence as intentional, since it is the speaker who decides not to talk about a specific topic."
Dennis Kurzon ، *Towards a typology of silence* incl. Journal of Pragmatics Vol 39, No 10, 2007, P 1678

۴۔ڈینس کورزون[Dennis Kurzon]نے اسے قصدی خاموشی[Intentional silence] قرار دیا ہے کیونکہ قصد اور ارادے کی حیثیت اختیار پر مقدم ہوتی ہے کیونکہ ہر فعل اختیاری مسبوق بالارادہ ہوتا ہے لیکن ایک بات یہ بھی ہے کہ ارادہ(Intention)تب ہی کارآمد ہو گا جب فعل فرد کے اپنے اختیار میں ہو، اگر فعل فرد کے اختیار میں ہی نہ ہو تو فرد چاہے جتنا بھی ارادہ کرے وہ بے سود رہے گا۔ گویا کہ گفتگو اور تحریر کے دوران کسی خاص موضوع کو نظر انداز کرنا اگرچہ فرد کے ارادے پر منحصر ہے لیکن اس میں فرد کے اختیار کو بھی کلیدی حیثیت حاصل ہے کیونکہ فرد جان بوجھ کر اپنی قوت ارادی سے اس کے متعلق فیصلہ کرتا ہے۔

۵۔ فیض، احمد فیض، نقش فریادی، (لاہور؛ مکتبہ کارواں، طبع دھم، ۱۹۶۸ء)، ص ۵۴۔

۶۔ پریکٹیکل ڈکشنری (انگریزی-انگریزی-اردو) میں Quest کا معنی تلاش اور جستجو درج ہے۔(in quest of؛ کی تلاش میں)، یہاں پر اس لفظ کو اصطلاحی (ادبی) معنوں میں لیا گیا ہے۔

Practical Dictionary (English-Engligh-Urdu)، بشیر احمد قریشی (لاہور؛ کتابستان پبلشنگ کمپنی، اردو بازار لاہور، اپریل ۲۰۰۴ء)

۷۔ نقش فریادی کی شاعری کو دو ادوار میں تقسیم فیض نے خود ہی کیا ہے، پہلے حصے کا خالص رومانوی دور کی شاعری پر مشتمل ہونے کے متعلق دست تہ سنگ میں خود اعتراف کر کے کہتے ہیں کہ:

"یہ نقشِ فریادی کے پہلے حصے کی بات ہے جس میں ۲۹-۲۸ء سے ۳۵-۳۴ء تک کی تحریریں شامل ہیں جو ہماری طالب علمی کے دن تھے یوں تو ان سب اشعار کا قریب ایک ہی ذہنی اور جذباتی واردات سے تعلق ہے اور اس واردات کا ظاہری محرک تو وہی ایک حادثہ ہے جو اس عمر میں اکثر نوجوان دلوں پر گزر جایا کرتا ہے"۔ دست تہ سنگ؛ مشمولہ نسخہ ہائے وفا، ص ۳۰۴۔ اسی طرح نقش فریادی کے دوسرے حصے کی شاعری کے حوالے سے متاعِ لوح و قلم میں لکھتے ہیں کہ "ایک خاص عمر میں ہر کوئی کچھ بھی محسوس کرتا ہے اور اسی انداز سے سوچتا ہے لیکن عام طور سے ان تجربات کا خلوص تمام عمر قائم نہیں رہتا۔ کچھ

عرصے بعد انسان اپنی ذات کو مرکزِ دو عالم سمجھنا چھوڑ دیتا ہے اور اسے عالمگیر ظلم اور بے انصافی کے پیش نظر اپنی ذرا ذرا سی نا کامیاں بے حقیقت دکھائی دینے لگتی ہے اب اسے تجربات کی نئی تراکیب اور اظہار کے نئے فارمولے تلاش کرنے پڑتے ہیں"۔ متاعِ لوح و قلم۔ ص ۱۵۷

۸۔ اصل انگریزی جملہ:

"What we cannot speak about we must pass over in silence."
Ludwig Wittgenstein ، [*Tractatus Logico Philosophicus*
، (اصل المانی زبان اور دو مختلف انگریزی تراجم کا ایک ساتھ شائع شدہ ایڈیشن، ۲۰۱۸ء)، کتاب کا بالکل آخری جملہ۔
Link: http://people.umass.edu/klement/tlp/ , 02.07.2022]

۹۔ قابل سماعت خاموشی کی اصطلاح مني-ایونیورسٹی مصر کے شعبہ انگریزی کے استاد محمد عبدالحميد الجافي کے ہاں ملتی ہے، انہوں نے معروف ہندوستانی ناول نگارہ انیتا ڈیسائی کے ناولوں میں خاموشی کا جائزہ لیتے ہوئے یہ تجزیہ پیش کیا ہے کہ ڈیسائی کی تحریروں میں خاموشی اپنے پیشکش اور منظر عام پر آنے کی وجہ سے مزید خاموشی نہیں رہتی بلکہ یہ قابل سماعت بن جاتی ہے۔ الجافي لکھتے ہیں:

"Audible/voiced silence in the sense that silence is broken by the presentation of silence."
محمد عبدالحميد الجافي، Voice or Silence as an Expression of Identity: An Analytical Study of Anita Desai's Cry, the Peacock and Atiq Rahimi's The Patience Stone,
مشمولہ؛ مجلة الآداب والعلوم الإنسانية، (اسلامی جمہوریہ مصر؛ ۲۰۱۷ء، ص ۹۷۳ تا ۹۹۹)، جلد ۸۴، شمارہ ۲، ص ۹۸۸۔
Link: https://journals.ekb.eg/article_97977_3c2f52344330e0044c3bc947739d4c8f.pdf

۱۰۔ پروفیسر گوپی چند نارنگ، "فیض کا جمالیاتی احساس اور معنیاتی نظام"، مشمولہ؛ فیض احمد فیض شخص اور شاعری، مرتب: اطہر نبی (نئی دہلی: سیمانت پرکاشن، ۱۹۹۱ء)، ص ۵۱۔

۱۱۔ اصل انگریزی اقتباس:

"Death alone is sometimes a part of silence– but only when death is good, when it is submissive or voluntary."
Janice Sanders Moreno ،[*Silence in the Poetry of Leopoldo Lugones*
(ہسپانیہ؛ ہسپانوی اور پرتگالی اساتذہ کے امریکی ایسوسی ایشن کی طرف سے شائع شدہ، دسمبر ۱۹۶۳ء)، جلد ۴۶، شمارہ ۴، ص ۷۶۳۔
Link: https://www.jstor.org/stable/337205

۱۲۔ اصل انگریزی جملہ:

"The silence creates an 'uncomfortable' feeling so people want to end it."
Luz María Gutiérrez Menéndez ، [From the Utopia of Quietness to the Fear of Stillness: A Taxonomic Research Study to Understanding' Silence' through the medium of radio and its

Tahreer
Journal of Languages and Literature, Vol. 3 No. 1 (2025)

Implications for Media, Education and Psychology.

(لندن:UCLانسٹیٹوٹ آف ایجوکیشن،یونیورسٹی کالج لندن،۲۰۱۹ء)،ص ۴۱۔

Link: https://discovery.ucl.ac.uk/id/eprint/10083447/

۱۳۔ اصل انگریزی سطور:

"Silence can be a religious or mystical element. Religious silence can be divine or demonic." Onno Zijlstra ،[Language, image and silence: Kierkegaard and Wittgenstein on ethics and aesthetics، (جرمنی؛ پیٹر لینگ انٹرنیشنل اکیڈمک پبلشرز برن،۲۰۰۶ء)، ص ۹۳۔

۱۴۔ نقش فریادی، ص ۱۵۔

اس قطعے میں رات کی خاموشی کو روحانی اطمینان کے حصول کا محض پیش خیمہ بنایا گیا ہے کیونکہ یہ راہِ نجات کے شعور کا ذریعہ ہوتی ہے اور اس میں فرد کا باطن اس کے روبرو ہونے لگتا ہے۔ جہاں تک ایزدی اور آسیبی خاموشیوں کی وساطت سے فیض کی شاعری میں روحانی اطمینان اور روحانی اضطراب اور ہلچل کے مخمصے اور اس کی تمام تر تفصیلات اور باریکیوں کا تعلق ہے تو اس کی وضاحت کے لئے ہم نے ایک مستقل مضمون میں تفصیل سے بحث کی ہے۔(حوالہ نمبر ۱۹)

۱۵۔ اصل انگریزی جملہ:

"Silence the ground upon which wishes are inscribed while the endless waiting continues."

John Edgar Wideman، "In Praise of Silence"، Incl. *John Edgar Wideman: The European Response* مجلہ، Collaloo کا خصوصی شمارہ؛(امریکہ: جانز ھاپکینز یونیورسٹی پریس،۱۹۹۹ء) جلد ۲۲، شمارہ ۳، کل صفحات ۵۴۶–۵۴۹، ص ۵۴۶۔

Collaloo افریقی تارکین وطن کے ادب، فن اور ثقافت کا سب سے معتبر جریدہ ہے جو دنیا بھر میں افریقی نسل کے مصنفین اور بصری فنکاروں کے اصل کام کو شائع کرتا ہے۔ محولہ بالا مقالے تک رسائی حسب ذیل لنک کے ذریعے کی جا سکتی ہے:

Link: https://www.jstor.org/stable/3299780

۱۶۔ اصل انگریزی اقتباس:

"A silent love is more profound because it has as its only witness that which is eternal and pure; and the silence which witnesses this love exerts its power and makes love eternal. An unrequited love, if it is to be brave, must also be sung silently or secretly."

Janice Sanders Moreno ،[*Silence in the Poetry of Leopoldo Lugones*، محولہ بالا، ص ۷۶۲۔

۱۷۔ یہاں چونکہ نظم سرود شبانہ کا پہلے سے حوالہ دیا گیا تھا اس لئے ضمناً خاموشی کی تجسیم کاری بھی زیر بحث آئی وگرنہ ہم نے ایک اور تحقیقی مقالے میں فیض کے ہاں خاموشی کی تجسیم کاری کا عمیق جائزہ لیا ہے؛ جس میں خاموشی کی تجسیم کاری سے لے کر ذی شعور وجودوں اور

مخلوقات واعیہ کے تصور تک کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

۱۸۔ اصل انگریزی اقتباس:

"Our silence may be a product of oppression, or it may be a means of resistance against oppression."

Dorothy E. Roberts، [*The Paradox of Silence: Some Questions About Silence as Resistance*،

Incl. *University of Michigan Journal of Law Reform*، ص ۳۴۳ تا ۳۵۷، (امریکہ؛ مشیگن یونیورسٹی،

بہار ۲۰۰۰ء)، جلد ۳۳، ص ۳۴۴۔

Link: https://core.ac.uk/download/pdf/232707631.pdf
Link2: https://repository.law.umich.edu/mjlr/vol33/iss3/6

۱۹۔ ڈاکٹر کامران عباس کاظمی اور سید عبد الباسط، "سپایرل اف سائلنس نظریے کے تناظر میں نقشِ فریادی کا مطالعہ" مشمولہ: دریچۂ تحقیق، جلد ۳، شمارہ ۴۔ (اسلام آباد؛ اردو لینگو یج اینڈ لٹریچر ریسرچ، دسمبر ۲۰۲۲ء)